فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاوی یسئلونک

دار الافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

شمارہ 81 | جمعۃ المبارک 29 محرم الحرام 1442ھ 18 ستمبر 2020ء

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- **بالمشافہ**: سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- **بذریعہ ویب سائٹ**: www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- **بذریعہ برقی مراسلہ**: ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- **بذریعہ واٹس ایپ**: 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

نوٹ: جوابات / فتاویٰ سوالات موصول ہونے کی ترتیب سے ارسال کیے جاتے ہیں۔

دار الافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

سوال: کیا کسی غیر محرم کی آواز سننا گناہ ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ ایک خاتون کی جانب سے درج ذیل دلائل آئے ہیں، ان پر رہنمائی فرمادیں۔ جب آپ کسی دوکان پر جاتے ہیں کچھ خریدنے اور وہاں کوئی خاتون بیچ رہی ہوتی ہیں، تو کیا آپ ان سے بات نہیں کرتے، جب آپ اپنی کسی خاتون رشتے دار سے ملتے ہیں اور وہ رشتہ دار محرم نہیں ہوتیں تو کیا آپ ان سے بات نہیں کرتے، کیا آپ انہیں خوش آمدید نہیں کہتے، کیا آپ ان سے اُنکا حال نہیں پوچھتے۔ دین کا مدار آرا پر نہیں ہے۔ کوئی صحیح عالم یہ نہیں کہے گا کہ یہ حرام ہے، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، میں آپ کو بتاتی ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مردوں کو پڑھایا کرتی تھیں اپنی آواز سے۔ میں آپ کو بتاتی ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی بات سنا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ خواتین کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمارہی تھیں، وہ ایسے الفاظ کہہ رہی تھیں کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف ان میں بیان ہو اور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ ان کو کوئی گناہ کی بات کرتے سنتے تو کیا وہ ان کو نہیں روکتے، بالکل روکتے، کیوں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ خواتین کی آواز کو سننا گناہ نہیں ہے۔ تو جو کوئی کہتا ہے کہ وہ گناہ ہے وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ وہ اجماع کے خلاف جارہا ہے مسلمان علماء کے۔ کیونکہ میں نے آپ کو بتایا کہ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے متعدد بار خواتین کی آواز کو سنا ہے اگر یہ گناہ ہوتا یا پھر خواتین کی آواز بھی عورت ہوتی، تو نبی کریم ﷺ اس بارے میں خاموش نہیں رہتے۔

جواب: مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عورت کی آواز کے ستر ہونے میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتب میں عورت کی آواز کو ستر میں داخل نہیں کیا گیا۔ حنفیہ کے نزدیک بھی مختلف اقوال ہیں۔ ابن ہمام رحمہ اللہ نے نوازل کی روایت کی بناء پر ستر میں داخل قرار دیا ہے۔ اسی لیے حنفیہ کے نزدیک عورت کی اذان مکروہ ہے لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات نزول حجاب کے بعد بھی پس پردہ غیر محارم سے بات کرتی تھیں اس مجموعہ سے راجح اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس موقع اور جس محل میں عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع ہے جہاں یہ نہ ہو جائز ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ بلاضرورت عورتیں پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کریں“۔ (معارف القرآن، سورۃ النور)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے: ”عورت کی آواز کے عورت (ستر) ہونے میں اِختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عورت (ستر) نہیں۔ لیکن عوارض کی وجہ سے بعض جائز اُمور کا ناجائز ہوجانا فقہ میں معروف ومشہور ہے اِس لیے فتنہ کی وجہ سے عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے“۔

اسی طرح ایک مقام میں سوال جواب ہے: ”سوال: میں نے اپنے گھر میں عرصہ سے تجوید سکھائی ہے اللہ کا شکر ہے (گھر کی عورتیں) باقاعدہ پڑھنے لگی ہیں جن لوگوں کو اِس اَمر کی اِطلاع ہے وہ کبھی آکر کہتے ہیں کہ ہم (عورتوں سے قرآن پاک) سننا چاہتے ہیں اور معتمد لوگوں کو پردہ کے ساتھ سنوا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگرچہ ایسا کیا نہیں اَب جیسا حکم ہوگا ویسا کروں گا۔

الجواب: ہرگز جائز نہیں لِاَنَّہٗ اِسْمَاعُ صَوْتِ الْمَرْاَۃِ بِلَاضَرُوْرَتٍ شَرْعِیَّۃٍ (کیونکہ عورت کی آواز کو بغیر شرعی ضرورت) کے سنانا ہے اِس لیے جائز نہیں۔“

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز کے ستر ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے کوئی اجماعی مسئلہ نہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ عورت کی آواز سننا جائز ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے اور جو اس کو حرام کہے وہ مسلمان نہیں کیونکہ اجماع کے خلاف جارہا ہے، کسی طرح درست نہیں بلکہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ بلاضرورت عورت کی آواز کو سننا اس سے تلذذ حاصل کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔

اختلف العلماء فی صوت المرأۃ فقال بعضهم إنه لیس بعورۃ، لأن نساء النبی کن یروین الأخبار للرجال، وقال بعضهم إن

صوتها عورة، وهى منهية عن رفعه بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب إذا كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، وقد قَالَ اللّٰه تَعَالى : {ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن} فقد نهى اللّٰه تَعَالى عن استماع صوت خلخالها لأنه يدل على زينتها، فحرمة رفع صوتها أولى من ذلك، ولذلك كره الفقهاء أذان المرأة لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت، والمرأة منهية عن ذلك (الفقه على المذاهب الاربعة، كتاب الحدود المقدمة فى تعريف الحدود الشرعية، ص ٢٦)

فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما فى ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار ،باب شروط الصلاة، ص ٤٠٦، الناشر دار الفكر للطباعة والنشر بيروت، سنة النشر ١٤٢١ھ - ٢٠٠٠م)

سوال: ہماری کلاس میں تین غیر مسلم پڑھتے ہیں، انہیں دین کی دعوت دینا فرض کفایہ ہے یا فرض عین؟ کیا قیامت کے دن ان کے بارے میں سوال ہو گا؟ اور دعوت دینے کا طریقہ بھی بتادیں۔

جواب: جو تبلیغ فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں فرض عین، فرض کفایہ۔

جو تبلیغ ہر مسلمان مرد و عورت پر اس طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ فرض ہے، اس کا حکم حضور اکرم ﷺ نے صاف صاف ہر ایک کے لیے ارشاد فرمایا ہے جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان. (صحيح مسلم (١/ ٦٩)

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اس پر لازم ہے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے اس برائی کو مٹائے یعنی بوقت استطاعت مٹانے کا عزم رکھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اگر کوئی یہ فرض ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا تو گویا اس کے اندر ایمان ہی نہیں ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ آپ کے ماتحت اور زیر تسلط ہیں جیسے بیوی، اولاد، اور ملازم وغیرہ انہیں برائیوں سے روکنے کے لیے حدود اللہ کی پابندی کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنا فرض ہے، لیکن جو لوگ آپ کے ماتحت نہیں انہیں گناہوں سے روکنا ہر ایک پر فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اور ایسے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے دو طریقے ہیں ایک خطاب خاص یعنی جس شخص سے بے تکلفی ہو اور اس کے بارے میں یہ علم ہو کہ اس کو کوئی بات سمجھائی جائے تو یہ برا نہیں مانے گا تو ایسے شخص کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر خصوصی خطاب کرنا فرض ہے اور دوسرا طریقہ یہ کہ عام مجمع میں معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور فسادات اور خرابیاں خوب کھل کر بیان کی جائیں۔

تبلیغ کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے ایسی کوئی جگہ جہاں اسلام سے کوئی واقف نہیں تھا اور کسی ایک شخص نے بھی وہاں اسلام کا پیغام پہنچا دیا تو یہ فرض تمام مسلمانوں کی طرف سے ادا ہو گیا۔ اس وقت پوری دنیا میں کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے بلکہ کسی ملک میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اسلام کی دعوت پہنچانا فرض کفایہ ہو، اس لیے کہ اس زمانے میں اسلام کی شہرت خود ہی دعوت بن کر پورے عالم میں پھیل چکی ہے اس لیے اب یہ ذمہ داری خود ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب کی تحقیق کر کے حق و باطل مذہب کو پہچانیں اور جو مذہب حق ہے اس کا اتباع کریں۔

لہذا صورت مسئولہ میں ساتھ پڑھنے والے غیر مسلم طلباء کو اسلام کی دعوت دینا نہ فرض عین ہے نہ فرض کفایہ، بلکہ اسلام کی حقانیت کے واضح ہو جانے کے بعد خود ان پر لازم ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات میں غور و فکر کر کے اس کو قبول کریں۔ لہذا غیر مسلم طلباء کو اسلام کی دعوت نہ دینے پر آخرت میں سوال نہیں ہو گا۔ لیکن اگر ان سے بے تکلفی ہے یا اس بات کی امید ہے کہ اگر ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو وہ اس کو قبول کرلیں گے تو ان کو اسلام کی دعوت دی جا سکتی ہے لیکن

اس میں خوش اسلوبی اور حکمت عملی سے کام لینا نہایت ضروری ہے، تاکہ غیر مسلم کے دل میں اسلام کی حقانیت پیدا ہو، نہ یہ کہ وہ اسلام سے متنفر ہو جائے۔

ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراما وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروها ندب، والأمر بالمعروف أيضا تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، وإن ندب فمندوب، ولم يتعرض له في الحديث لأن النهي عن المنكر شامل له، إذ النهي عن الشيء أمر بضده، وضد المنهي إما واجب أو مندوب أو مباح والكل معروف، وشرطها أن لا يؤدي إلى الفتنة، كما علم من الحديث، وأن يظن قبوله، فإن ظن أنه لا يقبل فيستحسن إظهار شعار الإسلام، ولفظ من لعمومه شمل كل أحد رجلا أو امرأة، عبدا أو فاسقا أو صبيا مميزا إذا كان (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ۸/ ۳۲۰۹)

سوال: غیر مسلموں کی عبادت گاہیں مسلم حکومت عوام کے ٹیکسوں سے حاصل شدہ رقم سے بنا کر دے گی، اس کی مثال سوائے پاکستان کے دنیا میں کہیں مل سکتی ہے؟ اور کیا یہ کسی اعتبار سے بھی جائز ہے؟

جواب: اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو صرف یہ حق حاصل ہے کہ جہاں ان کی آبادی کے لیے ضروری ہو وہاں وہ اپنی قدیم عبادت گاہ برقرار رکھیں یا اپنے شہر میں جہاں غیر مسلموں کی آبادی زیادہ ہو ضرورت کے تحت کوئی نئی عبادت گاہ تعمیر کریں، لیکن حکومت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خرچ پر مندر تعمیر کرے خاص طور پر ایسی جگہ جہاں پر ہندو برادری بہت کم ہو اس لیے اسلام آباد میں حکومت کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ اپنے خرچ پر مندر تعمیر کرائے۔

في الفتح: قيل الأمصار ثلاثة ما مصره المسلمون، كالكوفة والبصرة وبغداد وواسط، ولا يجوز فيه إحداث ذلك إجماعا وما فتحه المسلمون عنوة فهو كذلك، وما فتحوه صلحا فإن وقع على أن الأرض لهم جاز الإحداث وإلا فلا إلا إذا شرطوا الإحداث اهـ ملخصا وعليه فقوله: ولا يجوز أن يحدثوا مقيد بما إذا لم يقع الصلح على أن الأرض لهم أو على الإحداث، لكن ظاهر الرواية أنه لا استثناء فيه كما في البحر والنهر. قلت: لكن إذا صالحهم على أن الأرض لهم فلهم الإحداث إلا إذا صار مصرا للمسلمين بعد فإنهم يمنعون من الإحداث بعد ذلك، ثم لو تحول المسلمون من ذلك المصر إلا نفرا يسيرا فلهم الإحداث أيضا، فلو رجع المسلمون إليه لم يهدموا ما أحدث قبل عودهم كما في شرح السير الكبير (الدر المختار وحاشية ابن عابدين/رد المحتار، ۴/ ۲۰۳)

فقد صرح في شرح السير بأنه لو ظهر على أرضهم وجعلهم ذمة لا يمنعون من إحداث كنيسة لأن المنع مختص بأمصار المسلمين التي تقام فيها الجمع والحدود، فلو صارت مصرا للمسلمين منعوا من الإحداث، ولا تترك لهم الكنائس القديمة أيضا كما لو قسمها بين الغانمين لكن لا تهدم، بل يجعلها مساكن لهم لأنها مملوكة لهم (الدر المختار وحاشية ابن عابدين)

سوال: میرا گھر ہے جسے میں رینٹ پر دینا چاہتا ہوں، کیا بینک میں ملازمت کرنے والے شخص کو دے سکتا ہوں؟

جواب: جس شخص کی آمدن حرام ہو اور اس کے بارے میں یقین یا ظن غالب یہی ہو کہ وہ مکان کا کرایہ حرام رقم سے ادا کرے گا اس کو مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں، لہٰذا مروج بینک کے ملازم کو مکان کرایہ پر نہ دیا جائے، ہاں اگر وہ یقین دلائے کہ مکان کا کرایہ کہیں سے حلال رقم لے کر ادا کرے گا تو ایسی صورت میں اس کو کرایہ پر دینا جائز ہوگا۔

قال بعض مشايخنا: كسب المغنية كالمغصوب لم يحل أخذه، وعلى هذا قالوا لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئا وهو أولى بهم ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه اهـ الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (۶/ ۳۸۵)

ختم شد